

جامعہ حقانیہ کاترجمان
الحقانیہ
مجلد
ساہیوال
سرگودھا

ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء



بانی: فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی قدس سرہ

فہرست

3	حضرت الاستاذ مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
17	درس حدیث..... حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ
19	ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ..... مولانا محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ
21	ربیع الثانی کے افعال مروجہ کا حکم..... حضرت مفتی سید عبدالکریم گمٹھلوی قدس سرہ
25	اراکان برما کے مظلوم مسلمان عالم اسلام کی مدد کے منتظر..... مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم
28	پاکستان کا تاریخی پس منظر..... مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم
37	شریعت اور تواضع..... عبدالناصر ترمذی
45	حضرت الاستاذ حافظ عبدالملک رحمہ اللہ تعالیٰ..... مولانا غلام مصطفیٰ زید مجدہ
47	اخبار الجامعہ..... مولانا عبدالصمد ساجد حفظہ اللہ تعالیٰ

خط و کتابت کیلئے: دفتر ماہنامہ الحقانیہ جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

web-www.alhaqqania.org

E-mail-alhaqqania@yahoo.com

048-6786002/6786899

پبلشر: مفتی سید عبدالقدوس ترمذی پرنٹر: جناب محمد منیر صاحب فائٹر پرنٹنگ پریس سرگودھا

کمپوزر: جناب حافظ سید عبدالغفور صاحب ترمذی

نوٹ: رسالہ کے متعلق معلومات کے لیے رابطہ نمبر: 0301-4843429

رسالہ نہ ملنے کی صورت میں رابطہ نمبر: 0304-7310038

کلمۃ الحق

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

حضرت الاستاذ مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ

مورخہ ۲۸/ صفر المظفر ۱۴۳۹ھ بروز ہفتہ بمطابق ۱۸/ نومبر ۲۰۱۷ء صبح سات بجے عزیزم مولوی عبدالناصر سلمہ نے بتایا کہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاذ حدیث اور معقول و منقول کے جامع حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب انتقال فرما گئے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس خبر وحشت اثر سے بہت صدمہ ہوا، دل پر شدید تقاضہ جنازہ میں شرکت کا ہوا لیکن افسوس کہ احقر کی طبیعت ایسی ناساز تھی کہ لاہور کا سفر ممکن نہ رہا اس پر مزید درمزید افسوس ہوا، حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کے جنازہ میں شرکت یقیناً احقر کے لیے بڑی سعادت تھی اس سے محرومی کا صدمہ ہمیشہ ہی رہے گا لیکن، واللہ غالب علی امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ع وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر و اجر عطاء فرمائے، آمین۔

آپ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر پیدا ہوئے جو اپنے وقت کے ایک بلند پایہ عالم و مدرس تھے، آپ نے ابتدائی کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں، اس کے بعد جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور تشریف لے آئے، حضرت الاستاذ کا شمار جامعہ کے متقدمین طلبہ میں ہوتا ہے۔ ۱۳۷۲ھ میں آپ نے جامعہ اشرفیہ لاہور ہی سے دورہ حدیث شریف کا امتحان درجہ علیا میں پاس کر کے سند الفراغ حاصل کی، دوران طالب علمی ہی سے آپ حضرات اساتذہ کرام کے منظور نظر تھے، آپ نہایت محنتی اور اوقات تعلیم کے پابند تھے، ناغہ نام کی کوئی چیز آپ کے ہاں نہ تھی، فراغت کے بعد ۱۳۷۳ھ میں بانی

جامعہ اور آپ کے استاذ محترم حضرت مفتی محمد حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کے لیے جامعہ ہی میں مقرر فر دیا، آپ کی ذہانت، قابلیت اور جامعیت کا اندازہ امام المحدثین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے:

”مولوی محمد یعقوب چلتا پھرتا کتب خانہ ہے۔“

حضرت الاستاذ سوات کے علاقہ سے لاہور جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد تشریف لائے، یہاں حضرت مفتی محمد حسن صاحب بانی جامعہ اشرفیہ، استاذ الکل حضرت مولانا رسول خان صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ سے درس نظامی کی تکمیل کی اور پھر ساری زندگی جامعہ اشرفیہ ہی میں گزار دی۔ ۷۸ سال عمر پائی اور عمر کے ۶۵ برس درس و تدریس میں گزارے، علوم عقلیہ و نقلیہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل تھی، بطور خاص فنون کے حافظ اور بقول شیخ حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم ”علم کے پہاڑ تھے۔“ جامع المعقول والمنقول کا اطلاق آپ کی ذات گرامی پر اپنے حقیقی معنی میں تھا۔

آپ نے ابتدائی کتب سے لے کر دورہ حدیث شریف تک درس نظامی کی کتب بار بار پڑھائیں فنون کی کتب پڑھانے کا زمانہ بہت زیادہ رہا، غالباً زندگی کے آخری دو عشروں میں کتب حدیث پڑھانے کا موقع بھی آپ کو مل گیا تھا جس پر آپ بہت ہی خوش تھے، بلا مبالغہ ہزاروں اساتذہ کرام آپ کے تلامذہ اور شاگردوں میں ہیں جو جامعہ اشرفیہ کے علاوہ دیگر مدارس اور ممالک میں دین اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جامعہ کے موجودہ سربراہ مخدوم و مکرم حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی مدظلہم اور دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے سربراہ حضرت شیخ مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم جیسے علم حدیث کے اساتذہ اور شیوخ بھی آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔

احقر ناکارہ پر حضرت کی شفقتیں و عنایتیں بے پایاں تھیں۔ حضرت احقر کے

نہایت قابل قدر استاذ گرامی اور محسن تھے۔

۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء میں جب احقر جامعہ اشرفیہ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تو ”جلالین شریف“ کا سبق حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھا، پہلے دن سبق میں حاضری سے اندازہ ہوا کہ انداز تفہیم قدرے مشکل ضرور ہے لیکن آپ علم کے بحر بے کراں ہیں، جو طالب علم آپ کے درس کی طرف پوری توجہ کرتا تو وہ آپ کے انداز سے رفتہ رفتہ مانوس ہو جاتا، اور اسے آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کا خوب موقع ملتا۔ ”جلالین“ کا درس آپ نے بڑی محنت سے دیا، کتاب کے اغراض اور تفسیر سے متعلقہ مضامین بڑی تفصیل سے بیان فرمائے، جا بجا تفسیر ”جمل“ اور دیگر شروح و حواشی کا حوالہ دے کر تقریر کو مدلل فرماتے، اس طرح سورہ کہف تک آپ نے تفسیر بالاستیعاب پڑھائی، آپ دوران درس جہاں بڑی کتابوں کا حوالہ دیتے وہیں درس نظامی کے بالکل ابتدائی رسائل کا حوالہ بھی دیتے تھے اور حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے طلبہ کو ادھر متوجہ فرماتے تھے کہ اہم اور ضروری قواعد ابتدائی اور بنیادی کتابوں میں موجود ہوتے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے۔

اس کی ایک مثال یاد آگئی ”جلالین شریف“ پڑھتے ہوئے ساتویں پارہ کی آیت: قد نعلم انه لیحزنک الذی یقولون الایۃ آئی تو حضرت نے سوال فرمایا کہ علم یعلم کے بعد نحوی قاعدہ کے مطابق اَنْ یَفْتَحَ الہمزہ آیا کرتا ہے، یہاں اِنْ بکسر الہمزہ کیوں آیا ہے؟ جب کسی نے جواب نہیں دیا تو فرمایا کہ جب اس کی خبر پر لام داخل ہوا تو وہاں بکسر الہمزہ یعنی اِنْ آتا ہے اور یہاں اِنْ ہی آئے گا۔

حضرت نے اس کے لیے کسی بڑی کتاب کا حوالہ نہیں دیا بلکہ ”نحو میر“ کے آخر میں ملحقہ رسالہ ”شرح مائتہ عامل عبدالرسول“ جس میں نحوی قواعد فارسی زبان میں منظوم ہیں اس کا یہ شعر سنایا

لیک ہر جائیکہ واقع می شود مفعول علم بر خبر گرام داخل شد بود فتح خطا

(شرح مائتہ عامل عبدالرسول، ص: ۷۰)

اور اسی کی دوسری مثال حضرت نے سورۃ المنافقون کی آیت: واللہ یعلم انک لرسولہ سے دی۔ بہر حال دوران درس حضرت وقتاً فوقتاً نحوی صرفی قواعد کی طرف متوجہ فرماتے اور اکثر فن کے ابتدائی رسائل کا حوالہ ضرور دیتے تھے۔

اسی طرح نفس کتاب کے حل اور اس کی ضروری تشریح کے بعد کتاب کے حاشیہ پڑھنے اور سمجھنے پر بہت زور دیتے تھے، اسی لیے اگر کوئی طالب علم آپ کی تقریر لکھتا اسے سختی سے منع فرماتے، آپ کا تکیہ کلام ”مہملہ“ کا جملہ تھا، کسی طالب علم کو تنبیہ کے لیے ”مہملہ“ کہہ کر مخاطب فرماتے اور لکھنے سے منع فرما دیا کرتے، کوئی طالب سوال یا اعتراض کرتا اس کا خوب تسلی بخش جواب عنایت فرماتے اور خاص انداز میں فرماتے کہ اور سوال کرو اور اپنا مکتوب نکالو تاکہ میں جواب دوں، غرضیکہ سائل کو گھرتک پہنچا دیتے۔

”جلالین“ کا سبق صبح کے وقت ہوتا، دوسرا سبق حضرت کے پاس ”میرزا ہدر سالہ قطبیہ“ کا تھا، یہ سبق ظہر کے بعد تھا چنانچہ اس طرح دن میں ہم دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ بڑی شفقت اور محنت سے ہمیں پڑھاتے، شام کے سبق میں علم کلام کی مشکل بحثیں تفصیلاً ہوتیں، اکثر طلبہ بہت کم دلچسپی لیتے لیکن جن کی توجہ ہوتی تھی انہیں بہت فائدہ محسوس ہوتا تھا کیونکہ حضرت الاستاذ بڑے انہماک اور محنت سے پڑھاتے اور کتاب کے مشکل اور خشک مباحث کو آسان بنانے کے لیے بہت محنت فرماتے تھے۔

”جلالین شریف“ ۷/ ذوالقعدہ ۱۴۰۱ھ کو شروع ہو کر سورہ کہف تک ۱۶/ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ کو مکمل ہوئی جبکہ ”میرزا ہدر سالہ قطبیہ“ ۲۸/ رجب الاول ۱۴۰۲ھ کو مکمل ہوا، اور اس کی جگہ پر شام کو رسالہ ”امور عامہ“ شروع ہوا جو اخیر سال تک چلتا رہا۔

بندہ کے یہ اسباق تو جامعہ کی طرف سے حضرت الاستاذ کے پاس تھے، برادر

مولانا قاری عبدالحق صاحب زید مجدہم ابن حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور احقر ناکارہ نے مشفق و محسن حضرت مخدوم و مکرم مولانا عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر مخدومنا محترم مولانا مفتی ممتاز احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے چونکہ مشکوٰۃ شریف جلد اول بھی شروع کی ہوئی تھی، ہم نے حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ حضرت مشکوٰۃ شریف کی جلد ثانی آپ ہمیں پڑھادیں، فرمانے لگے کہ میں نے ایک دفعہ کسی طالب علم کو جامعہ کے نظم سے ہٹ کر سبق پڑھانا شروع کیا تھا، حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم میں آیا تو آپ نے مجھے منع فرمادیا اور اس کے بعد اب تک میں نے کسی کو جامعہ کے نظم سے ہٹ کر سبق نہیں پڑھایا، لیکن آپ کو پڑھاؤں گا، آپ عصر کی نماز میری مسجد میں پڑھ لیا کریں نماز کے بعد سبق ہوگا۔

چنانچہ ۸/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ ۳ فروری ۱۹۸۲ء بدھ کے روز عصر کے بعد مشکوٰۃ ثانی کا آغاز ہوا اور حضرت ازراہ شفقت و عنایت آخر سال تک پڑھاتے رہے، جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتداء زمانہ تدریس میں خارجی وقت میں سبق پڑھانے سے منع فرمایا تھا، آپ نے اس کا اس قدر لحاظ فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب کی حیات مبارکہ میں تو اس حکم کی پاس داری فرمائی ہی تھی حد تو یہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی تقریباً ہمیشہ اس حکم پر عمل فرماتے رہے، اپنے بڑوں کی اتباع اور قدردانی کا یہ جذبہ مجھ جیسے بے علم اور بے عمل کے لیے یقیناً باعث درس ہے، فللہ درہ و علی اللہ اجرہ۔

مزید درمزیہ شفقت و احسان احقر ناکارہ پر حضرت الاستاذ نے یہ فرمایا کہ بندہ ناچیز کی درخواست پر کتاب ”الممتن الکافی“ اور پھر ”محیط الدائرہ“ بھی خارجی وقت میں پڑھایا، جزاہ اللہ تعالیٰ کما یجزی عبادہ الصالحین و اعلیٰ اللہ درجاتہ فی اعلیٰ علیین۔

جب احقر نے ”المتن الکافی“ پڑھنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا کہ میرے پاس اس کا ایک ہی نسخہ ہے، احقر نے عرض کیا حضرت آپ مجھے عنایت فرمادیں میں نقل کر کے پڑھ لوں گا، حضرت نے نسخہ عنایت فرمادیا احقر نے نقل کر لیا اس کے بعد حضرت نے پڑھایا جب یہ رسالہ مکمل ہوا تو فرمایا اب ”محیط الدائرہ“ بھی پڑھ لیں، چنانچہ احقر نے ”محیط الدائرہ“ کا مطبوعہ نسخہ حاصل کیا اور حضرت سے وہ بھی پڑھا، حضرت کو بحمد اللہ تعالیٰ اس فن میں بھی مہارت تامہ تھی اس لیے حضرت نے بڑی دلچسپی اور خوشی سے احقر کا کارہ کو یہ فن پڑھایا، بندہ ناچیز پر حضرت کے احسانات اور شفقتیں و عنایتیں اس قدر ہیں کہ یہ لاشے محض کسی صورت بھی ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، بس دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت لاشے محض کسی صورت بھی ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، بس دلی دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کو آخرت میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازیں، ان کی اولاد کو ان کا صحیح جانشین بنائیں اور ہمیں حق تعالیٰ ان کے علوم کا حظ وافر نصیب فرمائیں، اللہم لاتحرمننا اجرہ ولا تفتننا بعده۔

آئندہ سال ۱۴۰۳ھ احقر کا دورہ حدیث شریف کا سال تھا اس میں حضرت کے پاس ہمارا کوئی سبق نہیں تھا تاہم اکثر حضرت سے ملاقات رہتی، حالات دریافت فرماتے اور دعا دیتے رہتے تھے بلکہ برادر مولا مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہم کو مسجد میں موجودہ اپنا حجرہ بھی عنایت فرما رکھا تھا جس میں ہم حسب ضرورت قیام کرتے تھے۔

احقر دورہ حدیث شریف سے فارغ ہو کر ساہیوال آگیا اور فنون کی بقیہ کتب کی دو سال میں یہاں تکمیل کی، اس دوران کبھی عریضہ ارسال کرتا تو حضرت ضرور جواب گرامی ارسال فرماتے، پھر جب مستقل طور پر تدریس کا آغاز کیا تو حضرت اس سے بہت خوش ہوئے اور بڑی دعاؤں سے نوازا، حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ جب لاہور تشریف لے جاتے تو ان کا جامعہ اشرفیہ جانا امر بدیہی اور لا بدی تھا، اکثر احقر بھی ساتھ ہوتا اس طرح ہمیشہ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو جاتی اور ان سے دعائیں ملتی۔

حضرت الاستاذ کو اپنے اساتذہ کرام اور سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے اکابر سے بڑی محبت تھی اکثر ان کا ذکر فرماتے رہتے، اس سلسلہ سے ادنیٰ تلمذ اور نسبت کی وجہ سے احقر کے ساتھ خاص شفقت فرماتے اور حضرت حکیم الامت مجدد ملت محی السنۃ حضرت شاہ اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری، حضرت شیخ الکل مولانا رسول خان صاحب اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا تذکرہ بڑی عقیدت و محبت سے فرماتے تھے۔

احقر نے ایک مرتبہ ”مسئلہ امکان کذب“ یعنی عموم قدرت باری تعالیٰ کے متعلق سوال کیا تو فرمانے لگے کہ ہمیں یہ مسئلہ حضرت مولانا رسول خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”قاضی مبارک“ کے منہیہ لفظ فافہم کی تشریح میں سمجھایا تھا، حضرت الاستاذ کو اس وقت سے یہ ذہن میں تھا، بعد میں احقر کو بضرورت اس مسئلہ پر جب لکھنا پڑا تو حضرت الاستاذ کی رہنمائی سے بڑا فائدہ ہوا۔

علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صرف میں مشہور کتاب ”شافیہ“ کی ایک عبارت سے متعلق فرمایا کہ اس عبارت پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی اور ملا اسلم ہروی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مناظرہ ہوا تھا، علامہ سیالکوٹی کا موقف اگرچہ صحیح نہ تھا لیکن انہوں نے اپنی جلالت علمی سے شاہجہاں کے دربار میں بر موقع ملا اسلم ہروی کو جواب کر دیا، اس سے انہیں برسر دربار ہزیمت کا سامنا ہوا لیکن چونکہ موقف ان کا صحیح تھا اس لیے انہوں نے وہاں سے واپس جا کر اپنے موقف کی تائید میں ایک رسالہ لکھ کر علامہ سیالکوٹی کو بھیجا جس میں ان کا مدلل رد تھا، علامہ سیالکوٹی نے سارا رسالہ پڑھ کر اس کا یہ دندان شکن جواب لکھا:

”مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد“ (جو مکا لڑائی کے بعد یاد آئے اپنے

رخسار پر مارنا چاہئے)۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ ہمارا دورہ حدیث شریف کا امتحان تھا، بخاری شریف کا پرچہ

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنایا، اس میں ایک سوال یہ تھا: ہل الايمان مركب؟ ہمارے ساتھیوں نے اس کے جواب میں ایمان کے بسیط اور غیر مرکب ہونے پر بڑے دلائل اور طویل جوابات لکھے، میں نے صرف یہ جواب لکھا: ”لا“۔ حضرت کاندھلوی نے اس پر مجھے کل کے کل ۵۰ نمبر دیے جبکہ دیگر احباب کے نمبر کم تھے، انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اتنا تفصیلی جواب لکھا ہمارے نمبر کم ہیں اور انہوں نے صرف ایک حرف لکھا ان کے نمبر زیادہ ہیں؟

حضرت کاندھلوی نے فرمایا تم نے خواہ مخواہ تطویل سے کام لیا، سوال کا منشا نہیں سمجھا اس لیے تمہارے جوابات لا طائل تحتہ کا مصداق بن گئے، مولوی یعقوب نے سوال کا منشا سمجھ کر اس کا بالکل صحیح جواب لکھا اس لیے ان کو نمبر پورے دیے گئے۔

”جلالین شریف“ کے درس میں ایک روز حضرت نے اکابر کا تذکرہ فرمایا، اس کے بعد فرزدق کے مشہور شعر کا پہلا مصرعہ: *اولئك آبائي فجئني بمثلهم* پڑھا اور فرمانے لگے اگر کسی کو اس کا دوسرا مصرع آتا ہو تو پڑھے، ایک طالب علم نے دوسرا مصرع سنا دیا: *اذا جمعتنا يا جريير المجمع* لیکن اس نے جریر کو منصوب پڑھا، حضرت نے سنتے ہی فرمایا: ”مہملہ“ یہ غلط ہے تم اس کو منادی مضاف سمجھ کر منصوب پڑھ رہے ہو جبکہ یہ منادی مضاف نہیں ہے، المجمع مضاف الیہ نہیں بلکہ جمعت فعل کا فاعل ہے اور یا جرییر یا زید کی طرح مرفوع ہے، صحیح جملہ یا جرییر المجمع رفع جریر کے ساتھ ہے، اس فوری تنبیہ سے سب طلبہ چونک گئے اور سب نے شعر کے دوسرے مصرع کی تصحیح کر لی۔

حضرت الاستاذ علامہ کو کتب فنون کے تمام متون حفظ تھے، کسی کتاب کی کوئی بات پوچھنی ہوتی بلا روک ٹوک حضرت سے ہم پوچھ لیتے اور آپ فوراً جواب عنایت فرماتے۔
 ۱۴۰۹ھ ماہ رمضان المبارک اور شعبان المعظم دورہ تفسیر کے حوالہ سے جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالا رہا، امام اہل السنۃ حضرت شیخ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھائی، حضرت کبھی کبھی طلبہ سے کوئی صرفی نحوی یا تفسیری سوال بھی پوچھ لیتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ قرآن کریم میں باؤ، تاؤ، فاؤ جمع کے صیغے ہیں لیکن ان کے آخر میں الف نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے طلبہ اس کے جواب کے لیے کوشاں رہے، بعض حضرات نے جواب بھی دیا لیکن حضرت شیخ نے قبول نہیں فرمایا، احقر نے حضرت الاستاذ کو سوال لکھ کر لاہور ارسال کر دیا، حضرت نے تحقیقی جواب قلم بند فرما کر ارسال کیا، اس وقت سرسری تلاش سے آپ کا جواب نہیں مل سکا، ملنے پر ان شاء اللہ شائع کر دیا جائے گا۔

ایک مرتبہ احقر جامعہ اشرفیہ حاضر ہوا، دوپہر میں حضرت کے آرام کا وقت تھا اسی میں بلا لیا۔ احقر نے ”نور الایضاح“ کے حوالہ سے ”زلۃ القاری“ کا باب حضرت کے سامنے رکھا اور مختلف جزئیات سے متعلق حضرت کی رائے پوچھی فرمانے لگے عوام کی نمازوں کے فساد کا قول علی العموم بہت خطرناک ہے اس میں توسع کی ضرورت ہے، اگر ہم علی الاطلاق فساد کے قول پر فتویٰ دیں تو کسی کی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی اس لیے اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، حضرت کا خیال تھا کہ ”نور الایضاح“ میں ”زلۃ القاری“ کے باب کے الحاق کی ضرورت نہ تھی اس سے تشویش پیدا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بمراد عبادہ۔

اسی مجلس میں غراب کے اقسام و احکام سے متعلق تفصیل پر بھی حضرت نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا کہ اس تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کہ: نوع یا کل الحب فقط ونوع یخلط ونوع یا کل الحیف فقط۔

حضرت کا خیال یہ تھا غراب کی کسی قسم کا اکل بھی صحیح نہیں تو پھر اس تشقیق کی کیا ضرورت ہے، احقر نے ہر دو مسئلہ میں اپنی معروضات اور حوالے عرض خدمت کئے لیکن حضرت نے انہیں رد فرمادیا اور خوب دلائل سے اپنے موقف پر جمے رہے، احقر نے حضرت کے موقف سے ادب کے ساتھ اختلاف کیا لیکن ظاہر ہے کہ احقر کی حیثیت ہی حضرت کے سامنے کیا

تھی اس لیے سکوت اختیار کیا، لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا تھا اسے واقعہ حال لاعلمی لہا کہا جاسکتا ہے ورنہ حضرت کے مزاج میں احناف کے مسلک اور اپنے اکابر کی تحقیق پر خوب تصلب تھا، کمالاً یخفی علی من لازم صحبتہ۔

حضرت درس و تدریس کے شاہسوار تھے، آپ نے درس نظامی کی کتابیں ماہر فن اساتذہ کرام سے پڑھیں تھیں علم کے شغف کا یہ حال تھا کہ ایک دن سبق میں فرمایا کہ ہم رات دن کتابیں پڑھتے اور یاد کرتے تھے۔ ”مقامات حریری“ کے ذکر آنے پر طلبہ سے فرمایا تم نے کتنے مقامے پڑھے ہیں؟ سب نے دس مقامات تک پڑھنے کا ذکر کیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے ۴۹ مقامات استاذ صاحب سے پڑھے ہیں اور پچاسویں مقامہ کا خود مطالعہ کیا ہے، ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی ہر ایک کو اپنے مبلغ علم اور اپنی جہالت کا حق یقین ہو گیا، حضرت کے توجہ دلانے سے ”مقامات حریری“ کا پچاس مقامات والا نسخہ نکالا یہ جامعہ حقانیہ کے کتب خانہ میں پہلے سے موجود تھا اور احقر کا دیکھا ہوا تھا اس نسخہ میں پچاس مقامات کا فارسی ترجمہ بھی ساتھ تھا، احقر نے تمام مقامات کا جائزہ لیا اور اکثر حصہ کا مطالعہ بھی کیا، عربی ادب اور الفاظ عجیبہ و لغات غریبہ کے اعتبار سے ان مقامات کا علمی پایہ اپنی جگہ پر لیکن فنی، فقہی اور علمی اعتبار سے بھی بعض مقامات پڑھ کر حیرانی ہوئی کہ ان میں نحو، فقہ اور میراث کے حیرت انگیز مسائل کو حل کیا جا رہا ہے جن سے غالباً اکثر طلبہ ناواقف ہیں، احقر نے ان مقامات کو نہ صرف یہ کہ توجہ سے پڑھا بلکہ زبانی یاد بھی کیا اور طلبہ و علماء کو اس طرف متوجہ بھی کیا، یہ سب حضرت الاستاذ کا فیض ہے، مقامات حریری کے منتخب درسی مقامات میں ان مذکورہ خاص ابواب کو بھی شامل کر لیا جائے تو طلبہ کو بہت فائدہ ہوگا اور مقامات کی افادیت مزید ابھر کر سامنے آجائے گی، اگر ارباب وفاق المدارس اس طرف توجہ نہ فرمائیں تو ذمہ داران مدارس اپنے طور پر بھی یہ کام کر سکتے ہیں، ہذا ما عندی ولعل عند غیري احسن من هذا۔

بہر حال احقر کے علم میں حضرت الاستاذ کے علاوہ کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے جس نے ”مقامات حریری“ کے پچاس مقامات درس پڑھے ہوں، واللہ اعلم۔

احقر کے بعد جامعہ اشرفیہ میں دورہ حدیث شریف کے لیے جامعہ حقانیہ اور دیگر مدارس کے بہت سے طلبہ داخلہ کے لیے گئے، احقر نے اپنے رفقاء و متعلقین کو وہیں پڑھنے کا مشورہ دیتا، جب وہ حضرت سے ملتے اور جامعہ حقانیہ کے حوالہ سے تعارف کراتے حضرت بہت خوش ہوتے اور احقر کا کارہ کے متعلق بھی پوچھتے، احقر بھی رفقاء کے ذریعہ سلام و دعا کی درخواست پیش کرتا، عزیز القدر مولوی محمد صدیق سلمہ حال صدر مدرس و ناظم تعلیمات جامعہ حقانیہ جب دورہ حدیث شریف کے لیے جامعہ اشرفیہ گئے تو حضرت ان سے بھی ناچیز کے بارہ میں حال دریافت فرماتے تھے۔ احقر کے علاوہ برادران عزیز مولوی سید محمد تسنیم ترمذی، مولوی سید عبدالعظیم ترمذی، مولوی سید محمد فہیم ترمذی سلمہم سب نے حضرت سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ احقر کی خواہش تھی کہ جیسے بندہ کو حضرت سے پڑھنے اور ادنیٰ تلمذ کا شرف حاصل ہے اسی طرح احقر کے برخورداران کو بھی یہ سعادت حاصل ہو، بفضلہ تعالیٰ برخوردار عبدالقدیر سلمہ کو یہ سعادت حاصل ہوئی، اور عجیب بات کہ انہوں نے حضرت سے وہی کتاب پڑھی جو احقر کا کارہ نے حضرت سے پڑھی تھی، یعنی جلالین شریف من سورۃ البقرۃ الی سورۃ الکہف، فلله الحمد علی ذلک۔ احقر نے برخوردار عبدالقدیر سلمہ سے کہہ دیا تھا کہ حضرت الاستاذ علم کے سمند ہیں ان سے استفادہ تمہاری خوش قسمتی ہے، حضرت کی خوب قدر کرو اور ان کی عظمت کو پہچانو۔

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے حضرت الاستاذ بہت مانوس تھے، ان سے بڑی محبت فرماتے اور ان کے علم و فضل اور تحقیق و تالیف کی بڑی تعریف فرماتے تھے، ان کی وفات پر احقر نے حضرت والد صاحب سے متعلق حضرت سے کچھ کلمات لکھنے کے لیے عرض کیا، طبعی طور پر چونکہ آپ کا ذوق تصنیف و تالیف کا نہ تھا لیکن احقر کی فرمائش پر علم اور

عالم کی فضیلت پر چند احادیث شریفہ اور قرآنی آیات نیز باقیات صالحات سے متعلقہ حدیث شریف تحریر فرما کر آخر میں تحریر فرمایا:

”یہ اوصاف اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو نصیب فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ اوصاف نصیب کریں، آمین۔“

احقر نے حضرت کی یہی تحریر مبارک بعینہ و بلفظہ ”حیات ترمذی“ ص ۶۴۶ میں شائع کر دی ہے۔ آپ کی یہ مختصر جامع ”مساقل و دل“ تحریر پڑھ کر احقر کا ظن غالب ہے کہ خود حضرت الاستاذ رحمہ اللہ بھی اپنی اسی تحریر کا صحیح مصداق تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ مبارک اوصاف نصیب فرمائیں اور صفات میں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلائیں، آمین۔

حضرت الاستاذ باوجودیکہ جامع المعقول اور حافظ متون تھے لیکن سادگی کا یہ عالم کہ دیکھنے والا قطعاً یہ محسوس نہیں کر سکتا تھا کہ آپ کسی دینی ادارہ سے فارغ التحصیل بھی ہیں، حق تعالیٰ نے تواضع، خشیت، مسکنت، عاجزی اور زہد و قناعت اور صبر جیسی صفات عالیہ سے آپ کو حظ وافر عطا فرما رکھا تھا، آپ تصنع اور تکلف سے کوسوں دور تھے، علماء متقدمین اور سلف صالحین کے صحیح جانشین تھے، ساری زندگی نہایت سادگی اور قناعت سے بسر کی، جامعہ اشرفیہ جو آپ کی مادر علمی بھی ہے ۶۵ سال کا طویل عرصہ اسی میں گزار دیا، جامعہ کے بانی حضرت مفتی محمد حسن قدس سرہ اور مہتمم جامع المحاسن حضرت مولانا عبید اللہ قاسمی اور حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے مداح اور بڑے قدردان تھے، حضرت الاستاذ کو بھی ان حضرات سے بڑی محبت تھی۔

انگریزی تعلیم سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ سکول و کالج کو مردار خانہ کہتے تھے، تدریس میں زیادہ وقت معقولات میں گزرا لیکن علوم عالیہ قرآن، حدیث و تفسیر سے اس قدر محبت تھی کہ ان علوم آلیہ کتب کو مردار کتب کہا کرتے تھے اور عارف رومی ع علم دیں فقہ ہست و تفسیر و حدیث اور ع علم نبودا علم عاشقی

کے ارشاد کو آپ حقیقت پر مبنی قرار دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ کو دورہ حدیث شریف میں سبق ملا تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی، آپ کی یہی خواہش تھی کہ حدیث پاک کی خدمت کا موقع مل جائے، اور ”الاحدیث یارکہ تکراری کنیم“ کا مشغلہ رہ جائے، اللہ تعالیٰ نے بالآخر آپ کی یہ خواہش پوری فرمادی سچ ہے

تو چنین خواہی خدا خواہد چنین می دہد یزداں مراد متقیں

۱۳۱۹ھ میں جامعہ دارالعلوم کراچی نے پچاس سالہ اجتماع کے نام سے اپنے قدیم فضلاء کی دستار بندی کا جلسہ رکھا اس وقت کے دارالعلوم کے ناظم تعلیمات و استاذ فنون و حدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے منتظم تھے، آپ حضرت الاستاذ کے دورہ حدیث شریف کے ساتھی تھے اس لیے آپ نے اس اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت الاستاذ کو بھی دعوت دی، حضرت جہاز سے کراچی تشریف لے گئے اور اس اجتماع میں شریک ہوئے۔ حضرت مولانا جلال آبادی نے اپنے دورہ حدیث شریف کے امتحان کے حوالہ سے ایک عجیب واقعہ تحریر فرمایا ہے جس سے حضرت الاستاذ کی سادگی اور مسکنت، عاجزی اور اکبر کی آپ پر شفقت اور قدردانی واضح ہے، یہ واقعہ حضرت مولانا جلال آبادی کے قلم سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

”۱۹۵۳ء میں جب بندہ دورہ حدیث شریف میں تھا اور جامعہ میں اس سال پہلی مرتبہ تحریری امتحان کے تجربہ ناکامی کے بعد دوبارہ حسب سابق تحریری امتحان لیا جانا طے ہوا تو سالانہ امتحان کے لیے مشاہیر علماء کو دعوت دی گئی، جن میں حضرت میرک شاہ صاحب اور اچھرہ والے استاذ حضرت مولانا مہر محمد صاحب بھی شامل تھے۔ حسن اتفاق سے ان ایام میں حضرت مفتی اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کراچی سے لاہور آئے ہوئے تھے، مہتمم صاحب نے آپ کو بھی امتحان لینے کی دعوت دی اور بخاری شریف کا امتحان آپ کے سپرد کیا، آپ کا طریقہ امتحان نہایت عجیب و منفرد اور اس وقت ہمارے لیے حیران کن تھا، آپ

نے نہ طلبہ کی قوت حافظہ کا امتحان لیا اور نہ فقہی مباحث و اختلاف اور اصولی و کلامی مویشگانوں سے زیادہ تعرض فرمایا بلکہ طلبہ کو مہلت دے کر اس بات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا کہ انہیں حدیث کے الفاظ و معانی کے صحیح فہم کے ساتھ ساتھ مزاج حدیث اور مقاصد حدیث کا کس قدر شعور حاصل ہوا اور اس سے کتنی مناسبت پیدا ہوئی، آپ کا امتحان دراصل طالب علم کی کتابی استعداد اور قوت مطالعہ کا امتحان ہوا کرتا تھا، اس طرح آپ کے ہاں کسی طالب علم کی کامیابی اور ناکامی اور معیار کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہونے کا مدار بھی دیگر مختلین کے معتاد طریقہ سے مختلف تھا، ہمارے ایک رفیق جماعت مولانا محمد یعقوب صاحب جو فراغت تحصیل کے بعد سے ماشاء اللہ اب تک جامعہ ہی میں مدرس ہیں ان سے دوران امتحان حضرت مفتی صاحب نے کوئی بات دریافت فرمائی، انہوں نے اپنی طبعی نیکی اور روایتی سادگی کے ساتھ بے تکلف کہا کہ حضرت مجھے یہ بات معلوم نہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میں تمہاری اس بات پر ایک نمبر تمہیں زیادہ دیتا ہوں، چونکہ تم نے ایسی بات کہی جو اہل علم کے کہنے کی ہے مگر عام طور پر وہ نہیں کہتے، اور باوجود کسی بات کے نہ جاننے کے اس کے بارے میں اپنا عالم ہونا ظاہر کرتے ہیں حالانکہ اپنے جہل کا اعتراف بھی علم کا ایک حصہ ہے، اور پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقولہ سنایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

علموا اصحابکم قول لا ادری کہ اپنے ساتھیوں کو لا ادری (میں نہیں جانتا) کہنا بھی سکھاؤ۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۱۱۰۵)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائیں، بندہ ناچیز کی کوتاہیوں کو معاف فرمائیں اور صحیح معنوں میں حق تعالیٰ اس ناکارہ کو علم نافع اور عمل صالح کی دولت نصیب فرمائیں، آمین۔ فقط

احقر عبد القدوس ترمذی غفرلہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ

درس حدیث

عن عمران بن حصین قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يخرج قوم من امتي من النار بشفاعتي يسمون الجهنميون۔ (رواہ البخاری)
عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ: ایک گروہ میری امت میں سے میری شفاعت سے دوزخ سے نکالا
جائے گا جن کو ”جہنمیوں“ کے نام سے یاد کیا جائے گا۔
تشریح

یہ ان کی توہین و تنقیص نہ ہوگی، بلکہ جہنم سے نکالے جانے کی وجہ سے ان کا یہ نام
پڑ جائے گا، جو ان کے لیے خوشی کا باعث ہوگا، کیونکہ یہ اللہ کے کرم کو یاد دلائے گا۔
عن عوف بن مالک قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاني
آت من عند ربى فخيرنى بين ان يدخل نصف امتى الجنة وبين الشفاعة
فاخترت الشفاعة وهى لمن مات لا يشرك بالله شيئا۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)
عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام لے کر آیا، اس
میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار
کر لوں، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل فرماویں، یا یہ کہ مجھے شفاعت
کا موقع ملے، تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کر لیا اور میری شفاعت ان لوگوں کے لیے
ہوگی جو (ایمان اور توحید کی میری دعوت کو قبول کر کے) اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے
ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اسعد الناس بشفاعتی
 یوم القیامۃ من قال لا الہ الا اللہ خالصاً من قلبہ او نفسہ۔ (رواہ البخاری)
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ: قیامت کے دن میری شفاعت سے بہرہ مند وہی ہوں گے جنہوں نے خلوص
 قلب سے لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

تشریح

اس حدیث کا بھی مطلب وہی ہے جو اوپر والی حدیث میں دوسرے لفظوں میں
 فرمایا گیا، یعنی جو شرک کی بیماری میں مبتلا ہوگا اس کو شفاعت سے فائدہ نہ ہوگا، ہاں! اگر
 شرک سے پاک ہو گیا ہے اور دوسرے قسم کے گناہ ہیں تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
 شفاعت سے فائدہ ہوگا۔

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاهل الکبائر من
 امتی۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد، وراہ ابن ماجہ عن جابر)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
 میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب
 ہوئے ہوں گے۔

تشریح

اس قسم کی حدیثوں سے نڈراور بے خوف ہو کر گناہوں پر اور زیادہ جری ہو جانا بڑا
 کمینہ پن ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے ارشادات کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں
 سے شامت نفس سے گناہ ہو جائیں وہ بھی مایوس اور ناامید نہ ہوں، میں ان کی شفاعت کروں
 گا، اس لیے وہ شفاعت کا استحقاق پیدا کرنے کے لیے اللہ کے ساتھ اپنے بندگی کے تعلق
 کو، اور میرے امتی ہونے کے تعلق کو درست کرنے کی فکر کریں۔ (معارف الحدیث)

مرسلہ: مولانا محمد صدیق حفظہ اللہ تعالیٰ

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت حاجی صاحب کا حضرت گنگوہی سے تعلق

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کی بے حد دلجوئی فرمایا کرتے تھے، بہت ہی شفیق تھے۔ میں جب مکہ معظمہ سے واپس ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ یہاں پر لوگ آپ کی بہت شکایت کرتے ہیں مگر میں نے آپ کی نسبت ضیاء القلوب میں جو لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے وہ الہام بدلائیں اس لیے لوگوں کی شکایت کا مجھ پر کوئی اثر نہیں، آپ اطمینان سے بیٹھے رہو اور یہ بھی فرمایا کہ میری دوستی آپ کے ساتھ اللہ کے واسطے ہے جیسے اللہ کو بقاء ایسے ہی حب فی اللہ کو بھی بقاء ہے۔

میں گنگوہ پہنچا جا کر عرض کیا کہ حضرت کا کچھ پیام لایا ہوں حضرت پر یہ سن کر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی جیسے خوف رجاء کے درمیان کی حالت ہوتی ہے۔ یہ خیال ہوا کہ نہ معلوم کیا فرمایا ہوگا، حجرہ میں تشریف لے گئے، میں بھی ہمراہ ہو گیا، میں نے سب عرض کیا کہ حضرت نے یہ فرمایا ہے بس شروع ہی سے شگفتگی حضرت پر آگئی اور بہت خوش ہوئے اور فرمایا بھائی ہم تو کل کیے بیٹھے ہیں لوگ جو چاہیں کریں۔

مسلمانوں کی صاف گوئی

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ آپس میں تعلقات صاف ہوں، کسی بات میں الجھن نہ ہو نہ ان کو کسی سے سے تکلیف پہنچے نہ اوروں کو ان سے تکلیف ہو، اگر ملنے کو جی چاہا ملے نہ جی چاہا نہ ملے، صاف کہہ دیا کہ فرصت نہیں، مسلمان کی تو یہ خوبی ہے کہ ان کی دنیا بھی دین کے رنگ میں ہو۔

نماز اور خطبہ میں لوگوں کی راحت کا خیال رکھنا

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت خطبہ نہایت اختصار سے پڑھا گیا ہے اور دنوں میں جمعہ کا جیسا خطبہ پڑھا جاتا ہے آج بھی اس قدر پڑھا گیا، زیادہ وقت صرف نہیں ہوا۔ فرمایا کہ میں نے جو مجموعہ خطبہ لکھا ہے اس میں کوئی خطبہ سورہ مرسل سے بڑا نہیں اور سنت بھی یہی ہے کہ نماز لمبی ہو اور خطبہ میں اختصار ہو مگر آج کل کیا مام کہیں اس کو نہ سن لیں کہ نماز لمبی ہو جیسے ایک شخص نے امام بن کر ”روڑکی“ میں جمعہ کی نماز پڑھائی تھی، گرمی کا زمانہ تھا، لوئیں چل رہی تھیں، فرش تپ رہا تھا اور امام صاحب نے لمبی سورتیں شروع کر دیں، بعد نماز لوگوں نے کہا کہ میاں یہ کیا کیا لوگ تو بہت پریشان ہوئے، فرماتے ہیں کہ ذرا سی گرمی میں گھبرا گئے اور وہاں دوزخ میں کس طرح رہو گے، کم بخت سب کو دوزخ ہی میں بھیجے کو پھرتا تھا، اللہ بچائے جہل سے جہل کی بھی کوئی حد نہیں۔

فرمایا ایسا ہی واقعہ کانپور کا ہے، ایک صاحب آگئے اور یہ کہا کہ آج جمعہ کی نماز میں پڑھاؤں گا، غرض نماز پڑھائی، لمبا خطبہ، لمبی نماز، لوگ گرمی کی وجہ سے پریشان ہو گئے حتیٰ کہ ایک شخص کو گرمی سے قے ہو گئی، ایک اور لطیفہ ہوا بلکہ کثیفہ کہنا چاہیے ایک شخص نے اسی روز نماز شروع کی تھی اور اول جمعہ ہی کی نماز پڑھنے آیا تھا، نیت توڑ کر چل دیا اور یہ کہتا ہوا کہ اسی واسطے تو میں نماز نہیں پڑھا کرتا۔

اس جمعہ کو تو تمام شہر میں کھلبلی پڑ گئی تھی اور جن حضرت نے پڑھائی تھی صاحب سلسلہ کے بزرگ تھے، بزرگی اور چیز ہے فہم اور چیز ہے لمبے خطبے پڑھنے کا سبب یہ ہے کہ ذرا لوگ سمجھیں کہ بڑے کوئی عالم ہیں۔ یہ ایک مرض ہے جس کو حب جاہ کہتے ہیں۔

فرمایا کہ نماز تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پڑھاتے تھے، ایسی ہلکی پھلکی کہ ذرہ برابر مقتدیوں پر گرانی نہ ہو حضرت تو صبح کی نماز میں اذا الشمس، اذا السماء انفطرت، سورہ بروج پڑھا کرتے تھے، ضرورت ہے اس کی کہ لوگوں کی راحت کا خیال رکھا جائے۔

فقہ الامت مفتی عبدالکریم گمٹھلوی قدس سرہ

ربیع الثانی کے افعال مروجہ کا حکم

اس ماہ میں ایک عمل مروج گیارہویں کا ہے جس میں چند امور قابل تحقیق ہیں:

اول: اس عمل کی حقیقت، سورواج حال کے موافق یہ عمل حضرت غوث اعظم حمہ اللہ تعالیٰ کے ایصال ثواب کے لیے موضوع ہوا ہے اور احقر نے چند ثقات سے سنا ہے کہ یہ عمل خود حضرت قدس سرہ کا تھا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایصال ثواب فرماتے تھے اور چونکہ کوئی روایت حضرت قدس سرہ کی وفات کی گیارہویں تاریخ میں واقع ہونے کی نہیں چنانچہ ایک قول ربیع الآخر کی نو (۹) تاریخ کا ہے اور ایک قول سترہ تاریخ کا ہے اور شیخ دہلوی نے ”ما ثبت بالسنۃ“ میں اول کو رائج اور دوسرے کو بے اصل کہا ہے اور اہل اعراس کی عادت تاریخ کی رعایت کی ہوتی ہے۔ سو اول تغیر تو اس عمل میں باوجود دعوائے محبت و اتباع کے لوگوں نے یہ کیا ہے۔

امردوم (۲): اس عمل میں عقیدت۔

اس عمل کے اکثر ملتزمین کا یہ اعتقاد ہے کہ اس عمل سے حضرت قدس سرہ کی روح خوش ہو کر ہماری حاجات دنیویہ مالیہ و نفسیہ مثل ترقی معاش و حفظ النفس و اولاد من الآفات میں امداد فرمادے گی۔

نیز بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے مانعہ کرنے سے حضرت کی روح مبارک ناخوش ہوگی اور اس سے کسی آفت میں مبتلا ہو جاوے گا اور ایسے اعتقادات کا بوجہ استلزام اعتقاد استقلال فی التصرف نقلاً و عقلاً منکر ہونا ظاہر ہے، اسی طرح یہ اعتقاد ہے کہ تعیین تاریخ کی شرط ہے، خاص ثمرات مقصودہ کی اور غیر لازم کو لازم سمجھنا ظاہر ہے کہ خود تجاوز ہے حدود شرعیہ سے اور بعض متکلمین جو ایسی تعینات کی کچھ اصلیں بیان کیا کرتے ہیں سوخیل

محض و تحمل حجت ہے۔

چنانچہ شیخ دہلوی نے بعض متاخرین مقاربتہ سے اول کچھ نقل کیا پھر شیخ متقی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے اس پر استدراک فرما دیا کہ: لم یکن فی زمن السلف شیعی من ذلک۔

امر سوم (۳): اس عمل سے نیت ان عاملین میں کل یا اکثر کی نیت اغراض و مصالح دنیویہ کی درستی کی ہوتی ہے۔ حالانکہ طاعت مالیہ کے ایصال ثواب کا حاصل باعتبار ابتداء کے صدقہ ہے کہ کچھ مال کسی مسکین پر تصدق کیا اور باعتبار انتہا کے ہدیہ ہے کہ اس تصدق کا ثواب کسی روح کو پہنچا دیا، جیسا کہ خود وہ میت کچھ صدقہ دیتا اور اس کا ثواب اس کے پاس ذخیرہ رہ جاتا اور صدقہ و ہدیہ دونوں نیت مذکورہ کے منافی ہیں۔

مثلاً اگر خود حضرت قدس سرہ کسی کو کچھ صدقہ دیتے تو کیا آپ کا مقصود دنیا ہوتی یا محض ثواب ہوتا؟ آپ کی شان تو بہت ارفع ہے، ادنیٰ درجہ کا اخلاص بھی کسی کو ہو گا وہ طاعت میں دنیا کو مقصود نہیں بنا سکتا۔

یہ تو صدقہ کے پہلو میں نظر تھی اب ہدیہ کے پہلو کو دیکھ لیا جائے۔ اگر حضرت قدس سرہ زندہ ہوتے اور آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرتا تو کیا آپ سے دنیا کا کوئی کام نکالنے کی نیت سے ہوتا یا محض محبت اور حضرت کا دل خوش کرنے کے لیے ہوتا۔ پھر اب اس نیت کو کیوں بدلا جاتا ہے اور اس نیت کے ہوتے ہوئے حضرت قدس سرہ کے ساتھ محبت و خلوص کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

امر چہارم (۴) اس عمل کی ہیئت

بجائے مساکین کے اپنے گھر والوں کو یا اغنیاء کو حصہ تقسیم کیا جاتا ہے، جس سے صاف شبہ ہوتا ہے کہ ایصال ثواب مقصود ہی نہیں محض خاص ہیئت کو اغراض مخصوصہ میں دخیل ہونے میں کافی سمجھا جاتا ہے، جن کا اولابے اصل ہونا اور ثانیاً مزاحم اصول شرعیہ

ہونا ظاہر ہے۔

بعض اطعمہ کے احترام میں اتنا مبالغہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چیز کا اس سے عشر عشر بھی احترام نہیں کرتے، کیا اس کو غلو نہ کہا جاوے گا؟ یہ تفریطات تو عوام کی تھیں۔
امر پنجم (۵) اس امر میں بعض خواص کی زلت

بعض مشتعلین بالباطن اس عمل کے امتثال سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی ارواح ہم سے خوش ہو کر مقاصد سلوک میں امداد کریں گے اور فیوض باطنی پہنچاویں گی۔ سو اس میں بھی مثل مردوم کے محذور اعتقاد استقلال فی التصرف کا لازم ہے اور اس میں جو تاویل میں محتمل ہیں اس کی تحقیق ”تمتہ ثانیہ امداد الفتاویٰ“ ص ۸ تا ۱۳ میں خوب کردی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے۔

اس امر پنجم اور مردوم میں بجز اس کے وہاں مقاصد جسمی اور یہاں روحی ہیں اعتقادی حالت میں کچھ تفاوت نہیں جو اصل منشا ہے احتیاط کا۔
رفع شبہ:

اس سے اصل عمل پر انکار کا گمان نہ کیا جاوے۔ اگر کوئی مخلص عقیدہ بھی درست اور نہ عمل کو لازم سمجھے نہ اس کی کسی قید کو نہ حضرت کو متصرف بلا تخلف قرار دے نہ تاریخ کی تعیین کرے نہ اطعمہ وغیرہ کی اور مقصود صرف حضرت کی محبت اور آپ کے دینی احسانوں کے صلہ میں آپ کو ثواب بخشا ہوتا کہ آپ کو ترقی مدارج کا قرب کا نفع ہو۔ پھر اس خدمت ثواب رسانی پر حق تعالیٰ جو چاہے نعمت دے دیں جس میں حضرت کے علم و تصرف کو دخل بھی نہ ہو، ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے اور اس کے ساتھ ہی مصلحت شرعیہ یہ ہے کہ ایسی بات سے احتیاط رکھے جس سے ظاہر بینوں کو شبہ اور سند ہو سکے۔ یعنی اول تو کسی پر اس کا اظہار نہ کرے اور نفل طاعت ویسے بھی خفیہ افضل ہے۔ دوسرے اگر مخفی نہ رہ سکے تو اس کا مروج نام گیارہویں نہ رکھے ثواب رسانی مناسب اور صحیح اور حقیقت پر دلالت کرنے کے لیے

کافی عنوان ہے۔

اضافہ

مزید تحقیق اس مسئلہ میں ”رأس الربیعین“ کے جزو ثانی مسمیٰ بہ ”الحضور الامور الصدور“ میں ملاحظہ ہو۔

اہل انصاف کے واسطے یہ تفصیل بالکل کافی ہے۔ اس واسطے اس پر بس کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ تفصیل کا شوق ہو تو ان رسالہ جات کا مطالعہ کریں جن کا حوالہ اس مضمون میں دیا گیا ہے۔ (اصلاح الرسوم باب سوم کی فصل اول ضروری ملاحظہ فرمائیں)۔

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری مدظلہم

اراکان برما کے مظلوم مسلمان عالم اسلام کی مدد کے منتظر

گزشتہ کئی دہائیوں سے برما کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کی داستانیں وقفہ وقفہً میڈیا پر شائع ہوتی رہتی ہیں، جب سے سوشل میڈیا عام ہوا ہے ان مظالم کے دلخراش مناظر بھی اس پر آنے لگے ہیں، اقوام متحدہ نے اپنی ایک قرارداد میں یہ بات بالکل بجالکھی ہے کہ روئے زمین کی سب سے مظلوم اقلیت اراکان کے مسلمان ہیں۔ اراکان درحقیقت ایک آزاد مسلم ریاست تھی جو روہنگیا مسلمانوں کا آبائی وطن ہے۔ ۱۷۸۴ء تک یہ ایک مستقل آزاد ریاست کی حیثیت سے موجود رہی اس کے بعد برمانے اس پر قبضہ کر کے ایک صوبے کے طور پر اسے اپنے ساتھ ضم کر لیا، ایک صدی بعد ۱۸۸۴ء میں برطانیہ نے برما پر قبضہ کیا تو اراکان بھی برطانیہ کے قبضہ میں چلا گیا، برطانیہ سے آزادی کی تحریکیں جب برصغیر میں چلیں تو ہندوپاک کی طرح برما بھی آزاد ہوا۔ برما ۱۹۴۸ء میں آزاد ہوا ہے، آزاد ہونے کے بعد برمانے اراکان کو ایک صوبے کے طور پر ہی اپنے ساتھ ضم رکھا اور اسے ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے دوبارہ ابھرنے نہیں دیا۔

برما کی حکومت نے جب سے اراکان پر قبضہ کر کے اسے اپنے ساتھ ضم کیا ہے اسی وقت سے اس نے یہ پالیسی اپنا رکھی ہے کہ اس صوبے سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا جائے، چونکہ یہ ایک آزاد مسلم ریاست تھی اور یہاں مسلمانوں کی ہی اکثریت تھی اس لیے اس نے مسلمانوں کے خلاف وحشت ناک آپریشن کئے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے برما حکومت فسادات کی آگ بھڑکاتی رہی ہے۔

۱۹۴۲ء میں بدھسٹوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی، مارچ ۱۹۴۲ء سے جون ۱۹۴۲ء تک تین ماہ میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید ہوئے اور پانچ لاکھ

مسلمان بے گھر ہوئے۔

۱۹۵۰ء میں دوبارہ مسلمانوں کے خلاف تحریک اٹھی، تشدد کا آغاز ہوا اور ہزاروں مسلمان شہید اور بے گھر کئے گئے۔

۱۹۶۲ء میں برما کے اندر فوجی حکومت کا قبضہ ہوا برما کی ملٹری حکومت نے اراکان کے مسلمانوں کے خلاف تشدد کا سلسلہ شروع کیا جو وقفہ وقفہ سے ۱۹۸۲ء تک جاری رہا اور اس عرصہ میں بیس لاکھ مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے اور لاکھوں شہید ہوئے۔

۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۷ء میں بھی مسلمانوں پر منظم حملے ہوئے اور ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔

جون ۲۰۱۲ء سے ایک بار پھر دوبارہ مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا گیا، یہ حملے اکتوبر ۲۰۱۶ء تک جاری رہے، رپورٹ کے مطابق ابتدائی پندرہ دنوں میں بیس ہزار سے زائد مسلمان شہید کئے گئے۔

اور اب ۲۵ اگست ۲۰۱۷ء کو ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا گیا، اطلاعات کے مطابق صرف ایک ہفتے کے اندر پندرہ سے بیس ہزار مسلمان جن میں جوان، بوڑھے، بچے اور خواتین کو شہید کر دیا گیا، اراکان کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کو ہجرت کرنے کے لیے نہ محفوظ راستہ ملتا ہے نہ پڑوسی ملک اسے قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، ان کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے، بنگلہ دیش نے ان کے لیے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں، تھائی لینڈ سے بھی ان کی سرحد ملتی ہے وہ بھی انہیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، یوں ہزاروں خاندان کشتیوں میں ساحلوں کے چکر کاٹ رہے ہیں اور موت کے بھیانک مناظر کے سوا ان کو دادرسی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر اراکان کے مسلمانوں کے لیے ہلکی پھلکی آواز اٹھتی رہتی ہے۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل ہیومن رائٹس واچ اور اقوام متحدہ نے برما حکومت سے غیر جانبدار تحقیق کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ ۲۰۱۲ء میں ان عالمی اداروں کی کوشش سے ایک کمشین بھی تشکیل دیا گیا مگر عین وقت پر برما حکومت نے اقوام متحدہ کی زیر قیادت کمیشن قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نومبر ۲۰۱۶ء یو، این، او کے ایک اعلیٰ سطحی وفد نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور ان مظالم کی رپورٹ مرتب کی، لیکن ظلم و جبر کے اس تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں، رفاہی اداروں اور پورے عالم اسلام سے اپیل کرتے ہیں کہ انسانی قتل عام کے اس کرہ بیک الیہ کا مداوا کرنے کے لیے آگے بڑھیں، جہاں بے یار و مددگار انسانوں کی لاشیں جلتی ہیں، خواتین کی عصمت دری کر کے ان کی ننگی لاشوں کو درخت کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے، بچوں کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے بکھیر دیے جاتے ہیں، جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ایک خندق میں جمع کر کے اوپر سے بلڈوزر چلوا کر انہیں زندہ دفن کر دیا جاتا ہے، انہیں زندہ جلا دیا جاتا ہے۔

یہ تمام مناظر تصاویر اور ویڈیو کی شکل میں ساری دنیا دیکھ رہی ہے، عالم اسلام دیکھ رہا ہے، مسلمان دیکھ رہے ہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں دیکھ رہی ہیں لیکن نہ موثر آواز اٹھتی ہے، نہ ضمیر جاگتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے، عالم اسلام کی ذمہ داری ہے کہ پاکستانی میڈیا اور منبر و محراب سے تعلق رکھنے والے صحافیوں، اہل قلم، دانشوروں اور علماء کی ذمہ داری ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے لیے موثر آواز اٹھائیں۔ جب تک ظالموں کے در و دیوار نہ ہل جائیں، جب تک وہ ظلم سے باز نہ آجائیں، جب تک ان بے بسوں کے زخموں کا مداوا نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان بے یار و مددگار مسلمانوں پر کرم فرمائے، ان کی مدد فرمائے، ہماری بے بسی اور غفلت کو دور فرمائے، ایک درد دل رکھنے والا مسلمان یہی کہہ سکتا ہے کہ

میں بلبل نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا

تا شیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم

پاکستان کا تاریخی پس منظر (آخری قسط ۲)

اپنے اکابر کی خدمات اور ملک سے محبت و وفا کے پیش نظر بطور تجدید عہد جامعہ حقانیہ، ساہیوال، سرگودھا میں بھی ایک عرصہ سے پرچم کشائی و یوم آزادی کی تقریب منعقد کی جا رہی ہے، حسب سابق امسال بھی یہ تقریب ۱۲ اگست ۲۰۱۷ء / ۲۱ ذوالقعدة ۱۴۳۸ھ بروز سوموار منعقد ہوئی، تقریب کے آخر میں رئیس الجامعہ حضرت مفتی سید عبدالقدوس ترمذی مدظلہم نے ایک تاریخی، یادگار اور چشم کشا خطاب فرمایا، جسے مولانا عبدالصمد ساجد سلمہ مدرس جامعہ حقانیہ ساہیوال نے مرتب کیا ہے، عناوین کے اضافہ کے ساتھ یہ خطاب افادہ عام و خواص کے لیے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین قدر فرمائیں گے (ادارہ)

ریفرنڈم کے لیے اکابر کی مساعی جمیلہ

پھر جب پاکستان بن گیا تو علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد نے قائد اعظم سے ملاقات کی، تو قائد اعظم پریشان تھے، فرمانے لگے: میں اس پاکستان کو لے کر کیا کروں گا؟ بنگال الگ ہے، سرحد الگ ہے، سرحد والوں نے نعرہ لگا دیا کہ ہم ہندوستان کے ساتھ ہیں، پاکستان کے ساتھ نہیں ہیں۔ تو علامہ شبیر احمد عثمانی اور علامہ ظفر احمد عثمانی نے قائد اعظم سے فرمایا کہ: آپ اگر وعدہ کریں اور اعلان کر دیں کہ پاکستان میں اسلام نافذ کیا جائے گا، ان شاء اللہ سرحد اور سلہٹ دونوں کے ریفرنڈم میں پاکستان کو کامیابی حاصل ہوگی، چنانچہ انہوں نے اعلان فرمایا، تو پھر ان حضرات نے سرحد کا بھی دورہ کیا اور سلہٹ کا بھی دورہ کیا، بہت محنت کی گئی، ایسے ایسے مقامات پر یہ حضرات پہنچے کہ چالیس پچاس سال کے بعد بھی وہاں کا سفر مشکل تھا، میں ان جگہوں پر گیا ہوں، سرحد میں میں نے وہ مقامات اور مسجدیں دیکھیں جہاں علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب تشریف لے گئے تھے۔ سلہٹ میں علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے دورہ فرمایا، اور

اللہ کے فضل و کرم سے دونوں جگہ پاکستان کی تائید میں ووٹ ہوئے، اور وہاں کے لوگوں نے پاکستان کی تائید کی، اور اکابر کی ان عظیم کاوشوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ پاکستان کی عظیم نعمت عطا فرمائی۔

تعمیر پاکستان میں مسٹر اور ملا کا کردار

ایک بات اور بھی سمجھ لیجیے، اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ علماء نے پاکستان کی مخالفت کی، بھائی! ہر محاذ پر دو گروپ ہوا کرتے ہیں، یہ علماء کی صرف تخصیص نہیں ہے، لیڈروں نے بھی پاکستان کی مخالفت کی ہے، سارے لیڈر مسلم لیگ کے ساتھ نہیں تھے بلکہ مسلم لیگ کی مخالفت بھی کر رہے تھے، صرف علماء میں اختلاف نہیں تھا، بدنام کرنے کے لیے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ علماء میں اختلاف تھا، حالانکہ صرف علماء میں اختلاف نہیں تھا، لیڈروں میں بھی اختلاف تھا، سارے حضرات ایک ہی بات پر جمع ہو جائیں یہ بہت کم ہوتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ”تعمیر پاکستان میں مسٹر اور ملا کا کردار“ قابل مطالعہ ہے، حضرت والد صاحب نے اس پر یہ بڑا جاندار اور شاندار مضمون لکھا ہے کہ قیام پاکستان میں علماء کا کیا کردار تھا اور مسٹروں کا کیا کردار تھا، اختلاف تو ہر جگہ ہر مسئلے میں ہوتا ہے، آج بھی آپ دیکھ لیجیے چند دن پہلے کی بات ہے، اسمبلی میں وزیراعظم کا انتخاب درپیش تھا، مسلم لیگ نے اپنا نمائندہ کھڑا کیا، اور حزب اختلاف نے الگ پیش کیا، ہر ایک نے وزارت عظمیٰ کے لیے الگ الگ نمائندہ کھڑا کیا، کسی نے تینتیس ووٹ لیے، کسی نے چھیالیس ووٹ لیے، اور کسی نے چار ووٹ لیے، تو جنہوں نے اسمبلی میں نمائندے کھڑے کیے تھے، یہ سارے علماء تھے؟ دیوبند کے فاضل تھے؟ ازہر یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے؟ یہ ان کا حال ہے، کہا یہ جاتا ہے کہ علماء میں اختلاف ہے، کیا ان لیڈروں میں اتحاد ہے؟ کیا وہ علماء تھے جنہوں نے سن ستراکہتر کے اندر یہ کہا تھا کہ ”ادھر تم ادھر ہم“۔

پاکستان کے بدخواہ

پاکستان جو اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے، اس کا بیڑہ غرق کرنے والے تو یہ لیڈر ہیں اور بے دین لوگ ہیں، یہ جماعتیں، تحریکیں اور تنظیمیں جنہوں نے پاکستان کا بیڑہ غرق کیا ہے، دوسری تنظیموں کے آلہ کار ہیں، اور ان کے عزائم پورے کر رہے ہیں، کوئی ہندوستان کا ایجنٹ ہے، کوئی کسی اور ملک کا ایجنٹ ہے، یہ ملک کے بھی دشمن اور غدار ہیں اور دین کے بھی دشمن اور غدار ہیں، علماء کا نام بدنام کیا جاتا ہے، پاکستان کے جس حصے میں ہم بیٹھے ہیں یہ پاکستان کا آدھا حصہ ہے، اس سے بڑا حصہ بنگلہ دیش کی صورت میں الگ ہو گیا، پاکستان کا وہ حصہ ہمارے پاس نہیں ہے، اس پاکستان کو دو ٹکڑے کس عالم نے کیا تھا؟ یہ سارا ان مسٹروں، بے دینوں اور سرسید کی ذریت کا کردار ہے، یہ پاکستان کے بھی حامی نہیں ہیں اور یہاں اسلام بھی نہیں چاہتے، دراصل یہی لوگ پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کی کوشش میں ہیں، لیکن جب تک اس دھرتی پر علماء دیوبند، علماء حق، اور مسلمان زندہ ہیں، دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کو سیکولر اسٹیٹ نہیں بنا سکتی، ان شاء اللہ تعالیٰ، یہ ملک اسلام کے لیے بنا ہے اور اسلام ہی کے لیے پاکستان رہے گا، اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں مٹا سکتی، کوششیں بہت ہو رہی ہیں، لیکن کامیابی نہیں ہوگی، ان شاء اللہ، اللہ نے اس کو اسلام کے لیے بنایا ہے اور بالآخر ایک دن ایسا ضرور آئے گا کہ اسلام نافذ ہوگا، ہندوستان کی کوششیں ناکام ہوں گی، اللہ نے پاکستان کو ساری مادی طاقتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔

پاکستان کی ایک امتیازی شان

پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے پاس ایٹمی بم موجود ہے۔ سابق وزیراعظم جناب محمد نواز شریف نے مئی ۱۹۹۸ء میں امریکہ کی تمام تر پیش کش کے باوجود، اور تمام تر قوتوں کے اصرار کے باوجود بھی ایٹمی دھماکے کر کے بھارت کو منہ توڑ جواب دیا، یہ اس کی بہت بڑی جرأت تھی لیکن قوم ان چیزوں کو بھول جاتی ہے، بہر حال یہ اسلامی ملک ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو مادی طاقت بھی عطا فرمادی ہے، لیکن ہمارا اعتماد صرف مادی طاقت پر

نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ - (الأنفال: ۶۰) جو قوت تم حاصل کر سکتے ہو، کوشش کرو۔

پاکستان کا ایٹم بنانا اور دھماکے کرنا، یہ بہت بڑی قوت کا اظہار ہے۔ اگرچہ کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی آج بھی اگر بھارت میلی آنکھ اٹھا کر پاکستان کی طرف دیکھے گا، تو ان شاء اللہ ایک سیکنڈ کے اندر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے، اور وہ آنکھ نکال دی جائے گی، امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان کو ہندوستان بنا دیا جائے، اس میں اسے کبھی کامیابی نہیں ہوگی۔

اسلام کی سر بلندی

اور میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں، کہ ایک وقت آئے گا اور ضرور آئے گا ان شاء اللہ، کہ امریکہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے، بھارت کے ٹکڑے ٹکڑے ہوں گے، اور پاکستان کا یہ ہلائی پرچم دہلی کے لال قلعہ کے اوپر لہرائے گا، ان شاء اللہ۔ کاش! کہ ہمارے یہ حکمران ٹھیک ہو جائیں، ان کو ہدایت ہو جائے، مسلمان صحیح معنی میں مسلمان بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ (ال عمران، ۱۳۹) اگر تم صحیح معنی میں مومن بن جاؤ تو پھر تم ہی غالب ہو گے، کوئی تم پر غلبہ نہیں پاسکتا۔

بھارت پر بھی آپ کا غلبہ ہوگا، امریکہ کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے، اور اسلامی پرچم دہلی کے لال قلعہ پر ان شاء اللہ ضرور لہرائے گا اور یقیناً لہرائے گا، ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ۔ پاکستان اسلام کا مرکز

لوگ کہتے ہیں پاکستان کی ضرورت نہیں ہے، ارے! پاکستان تو ایک مرکز اسلام

ہے، اس کی ضرورت ہے اور یقیناً ضرورت ہے، اب رہا یہ معاملہ کہ ہم یہاں اسلام نافذ نہیں کر رہے، حکمران اسلام نافذ نہیں کرتے، یہ کوتاہی ہے، اس کا خمیازہ بھی بھگت رہے ہیں، پریشانیاں، جھگڑے اور حکمرانوں کی باہم رستہ کشی کی بنیاد یہی ہے کہ اللہ سے جو وعدے کیے تھے، ان سے انحراف کیا جا رہا ہے، مسلمان منحرف ہو گئے، جب لوگ ہندوستان سے چلے تھے، تو ذہن میں تھا کہ ہم اسلام کے لیے ہجرت کر رہے ہیں، یہاں آ کر لوگوں کے ذہن بدل گئے، حکمرانوں کے ذہن بھی بدل گئے۔

ایک لطیفہ

ایک صاحب کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ کھجور کے کسی درخت پر چڑھے، لمبا درخت تھا، کھجوروں کے شوق میں چڑھتے گئے، اوپر پہنچے خوب کھجوریں کھائیں، جب کھاپی کے فارغ ہوئے، نیچے دیکھا، تو ڈر گئے کہ میں کہاں چڑھ گیا ہوں، اب اتروں گا کیسے؟ کہتا ہے: یا اللہ! اگر آپ نے مجھے خیریت سے اتار دیا، تو میں تیرے راستے میں ایک گائے قربان کروں گا، یہ کہتا ہوا، آہستہ آہستہ اترنا شروع کیا، اترتے اترتے درمیان میں پہنچا، اب سہارا ہو گیا اور ہمت بندھ گئی کہ اب تو میں اتر ہی جاؤں گا، کہتا ہے اوجی! گائے کیا ضروری ہے ذبح کرنی، بکری کر دوں گا، اترتے اترتے پھر قریب آیا، کہتا ہے: اے اللہ! بکری کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کے راستے میں مرغی ہی ذبح کر دوں گا، صدقہ ہی تو کرنا ہے، جب بالکل قریب آیا تو چھلانگ لگا کے کہتا ہے، اے اللہ! تو نے خود گرا تو دیا، اب تو میں مرغی بھی نہیں کر سکتا۔

تو نیت یوں خراب ہو جاتی ہے، اس وقت حکمرانوں اور مسلمانوں کی نیت کیا تھی، ہم تو ان کی نیت پر حملہ نہیں کرتے، ہمارے خیال کے مطابق تو اس وقت نیت صحیح تھی کہ ہم اسلام کے لیے اس ملک کو حاصل کر رہے ہیں، اسلام کے لیے ہجرت کر رہے ہیں لیکن یہاں آ کر ہمارے ستر سال کے جو حالات ہیں مسلمانوں کے بھی اور حکمرانوں کے بھی وہ

اس چیز کی تصدیق کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اِلَّا مَا شَاءَ اللہ وَمَنْ عَصَمَهُ اللہ۔
پاکستان کے لیے اکابر کی عظیم قربانیاں

میرے عزیزو، دوستو اور بزرگو! لیکن پاکستان کے لیے ہمارے اکابر و مشائخ نے بڑی قربانیاں دی ہیں، خون کی ندیوں سے گزر کر پاکستان میں آئے ہیں، خوشی کے ساتھ ساتھ یہ ایک بڑا تجدید عہد کا دن بھی ہے، اور اپنی کوتاہیوں کی تلافی کی طرف توجہ کرنے کا دن بھی ہے، پاکستان میں کیا ہو رہا ہے؟ اپنے اصل مقصد سے حکمران بھی ہٹ گئے، مسلمان بھی ہٹ گئے، مسلمان بھی نہیں چاہتا کہ اسلام کا قانون آئے، شریعت کے مطابق ہمارا سارا سسٹم ہو، سوائے چند لوگوں کے۔ حکمران ویسے ہی اس کے نزدیک جانے کے لیے تیار نہیں ہیں، کوششیں ہوئی ہیں، وہ ایک بہت بڑا باب ہے، کہ پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کے لیے کیا کیا کوششیں ہوئیں، کتنے قوانین کیسے بنائے گئے، یہ مستقل ایک موضوع ہے، لیکن حکمرانوں نے ہمیشہ دینی خدمات اور کوششوں کو نظر انداز کیا، یہاں آ کر یہ بھی کہتے رہے کہ جی ہم کیا نافذ کریں؟ علماء میں اختلاف ہے۔

پاکستان میں نفاذ اسلام کے لیے علماء کی مساعی

حضرت خطیب اسلام مولانا احتشام الحق تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اُس دور کے تمام مکاتب فکر کے علماء کو اپنے ہاں کراچی جیکب لائن میں جمع کیا، اس میں مودودی، شیعہ، غیر مقلد، دیوبندی اور بریلوی سب تھے، بائیس نکات پہ سب کو متفق کیا، سب کے دستخط لے کر حکومت کو دکھائے، کہ یہ دیکھو سب مکاتب فکر ان بائیس نکات پر متفق ہیں، آپ ملک میں اسلام نافذ کیجیے، حکومت نے تب بھی اسلام نافذ نہیں کیا، وہ بائیس نکات آج بھی موجود ہیں، ”اسمبلی کی ذمہ داری“ کے عنوان سے حضرت والد صاحب کا ایک مستقل مضمون ہے، جو اسمبلی کے تمام ممبروں کو اس وقت پہنچایا گیا اور الگ بھی شائع ہوا، لیکن یہ اپنی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

مملکت اسلامیہ اور ہمارا طرز عمل

بہر حال ہمارا اصل موضوع یہ ہے کہ پاکستان کی یہ نعمت بہت بڑی محنتوں سے حاصل ہوئی، ان لوگوں کے لیے دعا کیجیے، جنہوں نے اس کے لیے قربانیاں دیں، تحریکیں چلائیں، وہ آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کا نام زندہ اور روشن ہے اور روشن رہے گا، ان شاء اللہ، انہی کی خدمات کے نتیجہ میں ہمیں یہ مملکت اسلامیہ ملی، لیکن ستر سال کے اندر ہمارا طرز عمل صحیح نہیں ہوا، ہم جیسے پہلے تھے آج بھی اسی طرح ہیں

ع وہی ہے چال بے ڈھنگی جو پہلی تھی سواب بھی ہے

اگر اس پر ہم نظر ثانی نہیں کریں گے اور اپنے حالات نہیں بدلیں گے، تو پھر میں

یہ کہا کرتا ہوں ع تمہاری داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

دارالاسلام اور دارالکفر

پاکستان کو غنیمت سمجھو، اس کے نظریات اور سرحدوں کی حفاظت کرو۔ ہمارا دردِ دل تو یہی ہے کہ پاکستان کی اللہ حفاظت فرمائیں، ہم پاکستان کے محب ہیں، اور محبِ وطن ہونا ہمارے لیے انتہائی ضروری ہے، اور اس کو ہم نعمتِ عظمیٰ سمجھتے ہیں، اور پاکستان تمام ”دُور الکفر“ سے ہر حال میں بہتر ہے۔

حضرت شیخ کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی بصیرت

ایک لطیفہ آپ کو سنا کر دعا کرتے ہیں، ہمارے بزرگوں میں سے حضرت شیخ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ، بہت بڑے عالم ہیں، محدثِ جلیل ہیں، دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر تھے، اور جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث رہے، پاکستان کی تحریک میں حضرت کا بڑا حصہ ہے، حضرت مکہ معظمہ میں تھے تو وہاں ایک عالم سے ملاقات ہوئی، وہ پاکستان کے خلاف تھے، انہوں نے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمہ اللہ سے کہا کہ پاکستان بنانے کا کیا فائدہ ہوا؟ خواہ مخواہ مسلمان تقسیم ہو گئے، سارے مسلمان اکٹھے

ایک جگہ رہتے، تو ان کا کوئی وزن بنتا، تو انہوں نے کہا کہ حضرت ہم اگر اکٹھے رہتے تو اس کا فائدہ تھا، پاکستان میں نہ اسلامی نظام نافذ ہوا، نہ وہاں کوئی دین کا فائدہ ہوا، نہ مدارس کو حکومت اچھا سمجھتی ہے، نہ وہاں دینداری ہے، جو وعدے کیے تھے حکمرانوں نے ان سے وہ منحرف ہو گئے، تو پاکستان کی کیا ضرورت تھی؟ حضرت مولانا ادریس صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت فہم، علم اور بصیرت عطاء فرمائی تھی، فرمانے لگے کہ بھائی دیکھو! پاکستان دارالاسلام ہے، مسلمانوں کا ملک ہے اور ہندوستان دارالکفر ہے، وہاں کافروں کی حکومت ہے، اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْبَجَكُمْ“ مومن بندہ یعنی مومن اگر غلام بھی ہو، آزاد نہ ہو، وہ مشرک سے بہتر ہے۔

بے شک وہ حرم نہیں ہے، لیکن مومن ہونے کی وجہ سے مشرک سے وہ بہتر ہوگا، اس لیے پاکستان میں چاہے اسلام کا نفاذ نہیں، مگر ہے تو دارالاسلام، دارالاسلام ہونے کی وجہ سے پاکستان ہندوستان سے بہتر ہوگا، کیونکہ پاکستان دارالاسلام ہے اور ہندوستان دارالکفر ہے۔ بس وہ لا جواب ہو گیا۔

میرے دوستو اور بزرگو! پاکستان لولالنگڑا جیسا کیسا بھی ہے، دارالاسلام ہونے کی حیثیت سے ہندوستان دارالکفر سے بہتر ہے، اس کے لیے بہت محنتیں اور قربانیاں دی گئی ہیں، کوشش کیجیے کہ اس میں اسلام کا نفاذ بھی ہو، اللہ تعالیٰ حکمرانوں اور مسلمانوں کو اس کی توفیق بھی عطاء فرمائیں، اس کے لیے ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیے۔ دعائیں بھی کیجیے، اپنا طرز عمل بھی بدلیے، مدارس، مساجد اور اہل اللہ سے تعلق قائم کیجیے۔

تقویٰ اور اصلاح کی ضرورت واہمیت

اگر ہماری اصلاح ہوگی تو ان شاء اللہ پھر حکمران بھی اچھے آئیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ“ (الأعراف: ۹۶) اگر یہ مکہ والے ایمان لا کر تقویٰ اختیار کریں، تو ہم زمین و آسمان سے ان کے لیے خزان کھول دیں گے، فتوحات ہوں گی، آسمان سے رحمت کی بارشیں ہوں گی، زمینیں سونا اگلیں گی۔

یہ ہمارے اپنے اختیار میں ہے۔ ”أَعْمَالُكُمْ غَمَلُكُمْ“ جیسے ہمارے اعمال ہوں گے ویسے ہمارے حکمران ہوں گے، اگر ہم ٹھیک ہو جائیں تو ان شاء اللہ ہمارے اوپر حکمران بھی اچھے آئیں گے۔

پاکستان کی حفاظت فرض ہے

پاکستان دارالاسلام ہے، اس لیے اس کی حفاظت ہم پر فرض ہے، اس کی حمایت کرنا ضروری ہے، ہم سب مسلمان ہیں اور پاکستانی ہیں، لیکن افسوس باہر ہمارا تعارف اچھا نہیں ہے، عرب میں جائیں، وہ پاکستان والوں کو اچھا نہیں سمجھتے، اور ملکوں میں جائیں، وہاں پر پاکستانیوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا، ایک دور تھا کہ پاکستانیوں کی لوگ تعریف کرتے تھے اور ان کو اچھا کہتے تھے، لیکن اب ہمارے اعمال کی خرابیوں کی وجہ سے ہمیں اچھا نہیں کہتے، اپنے حالات ٹھیک کرو اور بدلو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ“ (الرعد: ۱۱) یقیناً جو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔

اپنے حالات کو بدلیں گے تو اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی ہم سے بدل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

مترجم: عبدالناصر ترمذی

شریعت اور تواضع

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ (۸۹۷ھ-۹۷۳ھ) مصر میں بہت بڑے ولی اللہ اور صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع تھے، اس لیے آپ کی کتب علماء اور صوفی حضرات دونوں میں مقبول ہیں۔ تصوف کے موضوع پر آپ کی بہت سی کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ زیر نظر مضمون ”شریعت اور تواضع“ جس میں تواضع کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ مستحب اعمال کی فضیلت کو بھی بیان کیا گیا ہے، آپ کی مشہور کتاب ”تنبیہ المغترین“ کے باب چہارم کے کچھ حصہ کا ترجمہ ہے۔ جسے افادہ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ (از مترجم)

اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ جوں جوں ان کے مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے ان کی تواضع بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ان کا حال اس شخص سے مختلف ہوتا ہے کہ جو چراغ کے قریب ہو تو خود کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔ ان حضرات کو جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور عظمت الہی کا مشاہدہ کرتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مچھر سے بھی زیادہ حقیر سمجھنے لگتے ہیں، کیونکہ ابلیس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کرنے اور یہ کہنے کی وجہ سے ہی دھتکارا گیا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔

متکبر اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے

اے بھائی! جس درویش میں تجھے تکبر نظر آئے تو اس سے دور ہو جا کیونکہ وہ اللہ کا دشمن ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی کی کہ اے موسیٰ! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ غصہ اس شخص پر آتا ہے جس کے دل میں تکبر ہو، اس کی زبان گندی ہو، اس کا ہاتھ تنگ (یعنی خنیل) ہو، اور اس کے اخلاق برے ہوں۔

حضرت ابومسلم خولانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: تکبر وہی شخص کرتا ہے جو گھٹیا ہو، فخر وہی کرتا ہے جو گرا ہوا ہو، اور باطل پر وہی شخص ڈٹتا ہے جو اصل کے اعتبار سے کمینہ ہو۔

حضرت دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر ساری دنیا مل کر بھی میری نظر میں میرے نفس کا مقام بلند کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی۔
تواضع بلندی کا ذریعہ

حضرت ابویوب سختیانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: جو قوم بلندی کو طلب کرتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو گرا دیتے ہیں، اور جو عاجزی اور تواضع کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرمادیتے ہیں۔
سفیان ثوری کی تواضع

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سفر سے واپس آئے تو حضرت ابراہیم بن ادہم نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور بیان فرمائیں، لوگوں نے حضرت ابراہیم بن ادہم سے تعجباً عرض کیا کہ آپ سفیان ثوری جیسی عظیم ہستی کو یہ پیغام بھیج رہے ہیں کہ وہ یہاں تشریف لائیں؟ ابراہیم بن ادہم نے فرمایا جی ہاں! میں تمہیں سفیان ثوری کی شدت تواضع دکھانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری تشریف لائے اور بیان فرمایا۔

حضرت سلیمان خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سخاوت اور حسن خلق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔
تواضع ایک عظیم نعمت

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: تواضع اختیار کرو بے شک وہ بڑی عظیم نعمت ہے۔ اور یہ ایسی نعمت ہے کہ اس پر تم سے کوئی حسد بھی نہیں کرے گا۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو ناحق تکبر کرتا ہے وہ قرآن کی فہم سے محروم ہو جاتا ہے، اور جو کسی حق کے بغیر عزت کا طلبگار ہوتا ہے ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔
زہد بدوں تواضع

حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے کہ زہد بغیر تواضع کے اس درخت کی طرح ہے جس پر پھل نہیں لگتا اور جو شخص خود کو حقیر نہیں سمجھتا اس کا مقام و مرتبہ دوسروں کی نگاہوں میں کبھی بلند نہیں ہو سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دسترخوان سے کوڑھی، برص اور کسی بھی بیماری میں مبتلا شخص کو نہیں اٹھایا جاتا تھا بلکہ وہ ایک دسترخوان پر آپ کے ساتھ ہی کھانا کھایا کرتے تھے۔

تکبر بصورت تواضع

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تواضع کی اصل یہ ہے کہ تو مجلس میں کم ترین جگہ پر بیٹھنے پر بھی راضی ہو جائے، لیکن یہ بیٹھنا اپنے نفس کی تسکین کے لیے نہ ہو، کیونکہ بعض اوقات تم میں سے کوئی شخص کسی جوتے گاٹھنے والے کے پاس بیٹھ جاتا ہے لیکن اس کے دل میں تکبر ہوتا ہے جس کا علم اللہ ہی کو ہوتا ہے، اور اس کے وہاں بیٹھنے کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ لوگ کہیں وہ بڑا متواضع ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تیری تواضع کی علامت یہ ہے کہ تو لوگوں کی درمیان اپنی نیکی اور تقویٰ کے ذکر کو پسند نہ کرے۔

حقیقی تواضع

حضرت ابن سماک فرمایا کرتے تھے کہ: بہترین تواضع یہ ہے کہ تو خود کو کسی بھی شخص سے افضل نہ سمجھے بلکہ ہر ایک کو اپنے سے بہتر جانے۔ لہذا اگر تو اپنے کسی ہم عصر سے

بھی ملے تو صمیم قلب سے اس کو خود سے بہتر سمجھ، اس کی شفقت کی امید رکھ، اس سے دعا کی درخواست کر، اور یہ سمجھ کہ اللہ تعالیٰ میری پریشانیوں اور مصائب کو اس کا وسیلہ پکڑنے کی وجہ سے دور کر دیں گے، یہ سب سے بڑی تواضع ہے۔

عالم کی قدر و منزلت

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی خدمت کا سب سے زیادہ حقدار عالم ہے۔

حضرت مالک بن دینار کی تواضع

حضرت مالک بن دینار فرمایا کرتے تھے کہ: اگر منادی کرنے والا مسجد کے دروازے کے باہر آواز لگائے کہ تم میں جو سب سے زیادہ شریعہ پرست ہو وہ مسجد سے باہر نکلے تو مجھ سے پہلے کوئی شخص باہر نہیں نکل سکے گا الا یہ کہ وہ مجھ سے تیز بھاگنے والا ہو۔

فقیر کو حقیر سمجھنا

حضرت حاتم اصم فرمایا کرتے تھے کہ: فقیر کو حقیر سمجھنا عین تکبر ہے اور اس کے حق میں بدگوئی کرنا کتوں کے اخلاق میں سے ہے۔

ایک دن ابوسلیمان عبدالملک کے پاس تشریف لائے اور دور ہی کھڑے ہو گئے، عبدالملک نے کہا اے ابوسلیمان! آپ دور کیوں کھڑے ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا مجھے دور سے بلایا جانا زیادہ پسند ہے نسبت اس کے کہ قریب سے دھتکار دیا جاؤں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شان تواضع

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مسند خلافت پر متمکن ہونے سے پہلے یہ حالت تھی کہ وہ ایک ہزار دینار کی عمدہ پوشاک پہنتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنا اچھا لباس تھا اگر اس میں کھر دراپن نہ ہوتا۔ پھر جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو وہ پانچ درہم کی پوشاک پہن کر بھی فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی نرم اور عمدہ ہے۔ جب ان سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ

پہلے میرا نفس بلندی کو طلب کرتا تھا پس جب اسے خلافت مل گئی جو دنیا والوں کی نظر میں بہت بلند مقام ہے تو اب وہ دنیا سے بے رغبت ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو گیا ہے۔
 علماء کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے کبھی مصلے پر سجدہ نہیں کیا ہمیشہ زمین پر سجدہ کیا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ اسی فرمایا کرتے تھے کہ: درحقیقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور مجھ جیسے متکبرین فرعون، نمرود اور نو شیروان کے لیے سجدہ کو فرض کیا ہے۔
 حضرت یحییٰ بن خالد فرمایا کرتے تھے کہ: شریف آدمی کمینے آدمی کے برعکس تواضع کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان تواضع

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مروان کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے امیر تھے اور بازار سے اپنے سر پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اپنے امیر کے لیے راستہ بناؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تیز قدموں سے چلنے کی تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ: تیز چلنا خوبصورتی ہے اور یہ عجب کو بھی دور کرتا ہے اور اس سے ضرورت بھی جلد پوری ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی مہمان نوازی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ مہمان کی مہمان نوازی خود ہی کیا کرتے تھے اور رات کو اس کے لیے چراغ بھی خود ہی ٹھیک کیا کرتے تھے، اس کے لیے آپ نے کبھی کسی خادم کو نیند سے نہیں جگایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی عاجزی

اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے

بادشاہت عطا کی تھی مگر اس کے باوجود انہوں نے ساری زندگی عاجزی اور خشیت کی وجہ سے کبھی نظر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تواضع

نیز حدیث مبارکہ میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدام کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے اور خادمہ جب آٹا پیستے ہوئے تھک جاتی تو اس کے ساتھ آٹا پسوایا کرتے تھے۔

مثالی سادگی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ بازار سے سودا خرید کر گھر لے جانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے اور آپ ہر غنی اور فقیر سے مصافحہ فرمایا کرتے تھے۔ اور جب آپ نے حج کیا اور کنکریاں ماریں تو اس وقت بھی آپ کے لیے شاہی انتظام اور ہٹو، بچو کی صدائیں بلند نہیں کی گئیں بلکہ آپ نے عام لوگوں کی طرح ہی کنکریاں ماریں۔ متکبر کے ساتھ تکبر کرنا

حضرت یحییٰ بن معاذ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص تمہارے ساتھ مال و دولت کی وجہ سے تکبر کرے تو اس کے ساتھ تکبر کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کرنے کی مانند ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سفر حج

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام شام سے حج کے سفر پر روانہ ہوئے تو بیل پر سوار تھے۔

قراء اور علماء کا حال

حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: ہمارے زمانہ کے قراء اور علماء کی ظاہری تواضع پر نہ جاؤ، ان کے اندر اتنا تکبر بھرا ہوا ہے کہ امراء اور بادشاہوں میں بھی اتنا تکبر نہیں پایا جاتا۔

اے بھائی! اپنے حال پر غور اور سوچ و بچار کر، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تو بہت بڑا متکبر ہو لیکن تجھے اس کا علم بھی نہ ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تو اون کو موٹا جبہ پہنتا ہو لیکن تیرے اندر باریک لباس پہننے والے سے زیادہ تکبر ہو۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

مستحب اعمال کی اہمیت

اولیاء اللہ کے اعلیٰ اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن مستحب اعمال کی ہمیں ترغیب دی ہے وہ انہیں معمولی نہیں سمجھتے

حضرت یحییٰ بن ابوکثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: جس شخص کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات پہنچی اور اس نے اس بات کو سچ سمجھتے ہوئے اس پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا اجر عطا فرمائیں گے، اگرچہ وہ بات اس طرح نہ ہو۔

ایک آدمی نے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کثرت عبادت کو دیکھ کر ان جیسا ہونے کی تمنا اور دعا کی، جب حضرت ابراہیم بن ادہم کو اس کی اس خواہش کا علم ہوا تو آپ نے اس سے فرمایا: اے جوان! اللہ کی قسم تیرا اپنے گھر والوں کی عیال داری کرنا اس کام سے افضل ہے جو میں کرتا ہوں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ ہم جیسے لوگوں کے نوافل کس کام کے، نوافل تو ان کے ہیں جن کے فرائض مکمل ہوں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص فضائل پر عمل کرے اور فرائض مکمل طور پر ادا نہ کرے، اس کی مثال اس تاجر کی طرح ہے جس کا رأس المال ہی برباد ہو جائے لیکن وہ منافع کی خواہش رکھے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ: قرض خواہ جب تک اپنا سارا قرضہ وصول نہ کر لے وہ مقروض کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

حضرت عبید بن عمیر فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص بھی پہلو کے بل بستر پر لیٹا اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے کرتے سو گیا تو جب تک وہ سوتا رہے گا اس کا شمار ذکر کرنے والوں میں ہوتا رہے گا۔

حضرت وہب بن ورد فرمایا کرتے تھے کہ: اپنی عبادات پر ثواب طلب کرنے سے بچو کیونکہ ہماری عبادات قبولیت کے بجائے دھتکار دیے جانے کے زیادہ قریب ہیں۔ کیا تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی طرف غور نہیں کرتے جو انہوں نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد فرمایا: *ربنا تقبل من انک انت السميع العليم* (اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ (خدمت) قبول فرمالے۔ بیشک تو، اور صرف تو ہی ہر ایک کی سننے والا، ہر ایک کو جاننے والا ہے۔) اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ شاید ان کی اس تعمیر کو قبول نہ کیا جائے۔

حضرت یونس بن عبید فرمایا کرتے تھے کہ: جس نے نوافل کو ہلکا جانا تو اس نے فرائض کو بھی معمولی سمجھا۔

حضرت ابراہیم خنی آیات اور تسبیح کے شمار کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے الا یہ کہ اس کے لیے کوئی عدد مشروع ہو۔

اے بھائی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور مستحب اعمال میں بہت زیادہ کوشش کر، اس میں ہرگز کسی سستی کا مظاہرہ نہ کر، اور یہ نہ سمجھ کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی کسی ایک بھی نعمت کا شکر کما حقہ ادا کر دیا ہے۔ اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

مولانا غلام مصطفیٰ سلمہ خطیب پاک آرمی

حضرت الاستاذ حافظ عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۲/ ذوالحجہ ۱۴۳۹ھ بجے شام بروز روز دار حافظ عبد الغفار سلمہ نے فون پر اطلاع دی کہ آج استاذ عبدالمالک صاحب مختصر علالت کے بعد دارفانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت کر گئے ہیں، اور نماز جنازہ بھی ہو چکی ہے، بندہ کو انتہائی افسوس ہوا کہ قریب ہونے کے باوجود جنازہ میں شرکت نہ ہو سکی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ حضرت اقدس مفتی سید عبد القدوس ترمذی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ میں نے دل میں کہا کہ اے استاذ عبدالمالک اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش کو قبول فرمالیا ہے اور آپ کی نجات کے لیے ان شاء اللہ حضرت اقدس کی دعا کافی ہے۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ۱۹۸۳ء میں جب بندہ نے جامعہ حقانیہ میں تعلیم کے لیے داخلہ لیا تو استاذ عبدالمالک صاحب سے بھی ملاقات ہوئی، ملاقات کے وقت جو سب سے پہلی نصیحت حضرت الاستاذ نے فرمائی وہ یہ تھی: ”الحمد للہ آپ خوش نصیب ہیں کہ حضرت مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب کی آپ کو صحبت میسر آئی ہے، کبھی بھی اس کو نہ چھوڑنا۔“ الحمد للہ بندہ نے اس نصیحت پر مکمل عمل کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں میری مدد فرمائی۔

استاذ عبدالمالک صاحب نے کافی عرصہ جامعہ حقانیہ کے شعبہ حفظ میں بہت احسن طریقہ سے خدمات سرانجام دیں، شہر ساہیوال میں آپ کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد ہے جو آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ ایک اہم خوبی استاذ عبدالمالک صاحب کی یہ تھی کہ وہ عقائد پر بہت زور دیتے تھے، اگرچہ عالم نہیں تھے لیکن فقہ العصر حضرت مفتی عبد الشکور ترمذی قدس سرہ کی صحبت کا اثر اور رنگ غالب تھا، جہاں بھی کوئی مل جاتا یا کسی

جگہ موقع ہاتھ آتا تو علماء دیوبند کے چند فرامین ضرور سناتے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ مجھے نصیب ہوا ہے یہ سب جامعہ حقانیہ کا فیض ہے، اور جامعہ حقانیہ سے ان کی دلی محبت جنون کی حد تک تھی۔

ایک دن بندہ نے عرض کیا: استاد جی یہاں آپ کے لیے کافی مشکلات ہیں، واپسی کا کیا خیال ہے؟ فرمایا کہ: میں اس لیے یہاں سے کہیں نہیں جاتا میری خواہش ہے کہ میری نماز جنازہ بھائی عبدالقدوس صاحب پڑھائیں، نیز فرمایا کہ: اور تو میرا کوئی خاص عمل نہیں جو خالق کے ہاں پیش کر سکوں یہ ضرور کہوں گا کہ یا اللہ! مجھے علماء حق سے محبت تھی اور میری نماز جنازہ اللہ کے ولی نے پڑھائی ہے۔

ایک دن فرمایا کہ علماء دیوبند حق کا نور ہیں ان کی زیارت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

مرحوم صاف گو اور ہر دل عزیز تھے، گفتگو میں نرم لہجہ اختیار فرماتے جس کی وجہ سے لوگ آپ سے بہت محبت کیا کرتے تھے، سنت کے مطابق آپ کا لباس اور چہرہ تھا، طبعاً انتہائی سادہ لوح اور مخلص تھے۔ خوشی غمی میں شریک ہوتے کئی بار مرحوم نے ہمارے ہاں لکھی وال پروگراموں میں شرکت فرمائی اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ جامعہ حقانیہ کا فیض اور رنگ نظر آتا ہے، واقعی الحمد للہ ایسا ہی ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازیں، آمین۔

خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ کی حفاظت فرمائے، اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور ترمذی خاندان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم فرمائے، خصوصاً حضرت اقدس مفتی سید عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم کا جو کہ اس عالم میں رحمت سے کم نہیں ہے۔ امید ہے کہ ان کے تعلق سے ہمارا کام بھی ہو جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مولانا عبدالصمد ساجد سلمہ

اخبار الجامعہ

یکم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ: حضرت صدر جامعہ دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ چنیوٹ تشریف لے گئے، خطبہ جمعہ اور عصر کے بعد اصلاحی درس ارشاد فرمایا، مولانا اور لیس چنیوٹی سے ان کی اہلیہ کے انتقال پر تعزیت کی، مولانا محمد الیاس چنیوٹی، مولانا ثناء اللہ، مولانا بدر عالم اور مولوی ضیاء الحق سلمہ سے ملاقات فرمائی۔

۱۰: جامعہ میں احادیث مسلسل بالخصوص مسلسل بیوم العاشور کی اجازت کی تقریب منعقد ہوئی، جس میں جامعہ کے اساتذہ، درجہ تخصص کے طلباء اور قرب و جوار کے علماء نے شرکت کی، حضرت صدر جامعہ دامت برکاتہم نے علماء و طلباء کو تمام مرویات، مسموعات، مجازات، مسلسلات اور خصوصاً مسلسل بیوم العاشوراء کی اجازت عنایت فرمائی۔ اللہم بارک و تقبل۔

۱۵: حضرت صدر جامعہ دامت برکاتہم نے جامعہ مسجد حقانیہ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا، اور ختم نبوت سے متعلق حلف نامہ میں تبدیلی کے قضیہ نامرضیہ کی پرزور مذمت اور شدید احتجاج کیا نیز مطالبہ کیا کہ حکومت تبدیلی کرنے والے عناصر کو بے نقاب کرے اور سزا دے۔

۲۰: جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کے مہتمم مولانا محمد قاسم مدظلہ جامعہ تشریف لائے۔

۲۲: حضرت صدر جامعہ دامت برکاتہم نے فروکہ مسجد طوبی میں بعد مغرب درس

حدیث کا آغاز فرمایا اور جامع مسجد حنفیہ میں بعد عشاء درس قرآن کا آغاز فرمایا۔

۲۷: حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے جامع مسجد عمر سلوانوالی میں ماہانہ درس ارشاد فرمایا،

ڈاکٹر مولانا عتیق الرحمن، مولانا شاہد مسعود، قاری محمد اکرم سراجی وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔

۲ صفر الخیر: حضرت صدر جامعہ مدظلہم تحصیل قائد آباد ضلع خوشاب سفر پر روانہ ہوئے،

چک M.B / 11 مسجد کی بنیاد رکھی، اور بعد نماز عصر مولانا عبدالجبار زید مجدہم کے مدرسہ

علوم شرعیہ جوہر آباد میں اصلاحی درس ارشاد فرمایا۔

۶: حضرت صدر جامعہ مدظلہم جامعہ اشرفیہ لاہور مجلس صیانتہ المسلمین پاکستان کے سالانہ پروقار روحانی اجتماع میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے، عشاء کے بعد اس دن کی آخری نشست سے انتہائی مفید اصلاحی وعظ فرمایا، بیان کے بعد احباب کے پرزور اصرار اور فرمائش پر حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کے چند اشعار بھی اپنے خاص لب و لہجہ میں ہدیہ سامعین فرمائے، ماشاء اللہ سماں بندھ گیا۔ اطال اللہ بقاۃ بالخير۔

۷: مجلس صیانتہ المسلمین کے اجتماع کی صبح کی نشست کی اختتامی دعا کروائی، نیز جامعہ حقانیہ لاہور مولانا عبدالشکور حقانی کے ہاں بھی تشریف لے گئے۔

۸: جامعہ میں حضرت علامہ محمد عبدالغفار تونسوی مدظلہم تشریف لائے اور حسب سابق تین روز طلباء تخصص کو تقابل ادیان پر درس دیا۔

۱۱: جامعہ میں درجہ کتب اور حفظ کے طلباء کا سہ ماہی امتحان شروع ہوا، تقریری امتحان کے لیے جامعۃ العلوم الشرعیہ جھنگ کے اساتذہ تشریف لائے۔

۱۶: حضرت صدر جامعہ مدظلہم مولانا اختر حسین کے مدرسہ سعدیہ سراجیہ سلکی تحصیل ساہیوال تشریف لے گئے، مولانا حبیب اللہ زید مجددہ بھی ہمراہ تھے، بعد عشاء جلسہ عام سے سیرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے انتہائی جامع اور پر مغز خطاب فرمایا، مدرسہ کے رہائشی ہال کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔

۲۳: حضرت صدر جامعہ مدظلہم بچن تحصیل کوٹ مومن ضلع سرگودھا تشریف لے گئے اور جامع مسجد بازار والی میں انتہائی مفصل و جامع خطاب فرمایا، اگلے روز صبح نماز فجر کے بعد درس بھی ارشاد فرمایا۔

یکم ربیع الاول: جامعہ کے زیر اہتمام شہر کی مختلف مساجد میں ہفتہ وار درس قرآن کا مبارک سلسلہ شروع کیا گیا ہے، اسی سلسلہ میں حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے مسجد امی عائشہ میں افتتاحی درس قرآن ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو مبارک اور مفید عام بنائیں۔